جناب ڈاکٹر ثریا ڈار

شاہ عبدالعزیز محدّث دہلویؒ کی سیاسی تحریک کا پس منظر اور ان کی مساعی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ابتری اور خون ریزی کے پُرفتن اور پُرآشوب دور میں اپنی سیاسی تحریک اور تجدیدی مساعی کا آغاز کیا۔ شمال اور جنوب میں مرہٹوں اور سکھوں کا طوفان، دہلی پر نادرشاہ کا حملہ، پانی پت میں احمد شاہ ابدالی کا مرہٹوں کو شکست دینا اور بنگال میں انگریزی فوجوں کا سراج الدولہ کو موت کے گھاٹ اُتار کر غیروں کی شہنشاہیت کا پرچم لہرانا، سلطنت مغلیہ کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو بجھانے کی سب سے بڑی وجوہ تھیں۔ ان حالات میں مغلیہ سلطنت کا بحال کرانا مشکل ہی نہیں ناممکن امر تھا۔ لہذا اس دوران میں شاہ صاحبؒ معاشرے اور ملت کو ضلالت و گمراہی کے گہرے غار میں گرنے سے بچانے کے لئے تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔ حکیم الہند شاہ ولی اللہؒ نے اس زمانے کی دفتری زبان فارسی میں بیسیوں کتابیں تصنیف کیں اور ان میں اپنی دعوت کے اصول و مسائل کو ایک ہی جگہ قلم بند نہیں کیا بلکہ ان نااہل لوگوں کی دست برد سے بچانے کے لئے انہیں مختلف کتابوں میں پھیلا کر بیان کیا۔

اس وقت تمام دنیا میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً اسلام پر ضعف اور کمزوری کے آثار بہت حد تک نمایاں تھے۔ اپنے وطن کی تباہی و بربادی اور دوسرے ممالک کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد شاہ صاحب اس نتیجے پر پہنچے کہ اس تباہی کی اصل وجہ انفرادی و اجتماعی زندگی کے ہر شعبے پر چھایا ہوا فرسودہ اور بے کار نظام ملوکیت اور شہنشاہیت ہے۔ لہذا سب سے پہلا کام "فک کل نظام" یعنی سیاسی اور سماجی زندگی کے ہر شعبے میں ہمہ گیر انقلاب برپا کرنا ہے۔ چنانچہ ان کی سیاسی تحریک کا اصل مقصد مذہب کی روح کو اجاگر کرنا اور عدل و انصاف کی تفصیلات بیان کرنا تھا۔ وہ اپنی ہمہ گیر تحریک کے تحت مسلمانوں کو غیر مسلموں کے اقتدار اور ان کے بے پناہ مظالم سے نجات دلانا چاہتے تھے۔ انہوں نے اپنی تجدیدی دعوت میں زندگی کی وسعت، پذیری اور ہمہ گیری کو نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیا۔ جس کے طرز فکر کا دارومدار عام مسلمانوں پر تھا حکیم الامت شاہ ولی اللہ ہندوستان کی مرکزیت کو بحال رکھنے کے لئے ہندوستان کی ساری قلمرو ایک بادشاہ، ایک قانون کے اور ایک سیاسی نظام کے تحت دیکھنے کے خواہشمند تھے۔ یعنی عدل و انصاف کرنے والی جمہوری حکومت، شاہ صاحب اپنے مجوزہ نظام میں کچھ اختلاف اور کچھ موافقت کے ساتھ اکبر، جہانگیر، شاہجہان اور اورنگ زیب کے زمانے کی

مرکزیت اور سلطنت ہند کے اقتدار اعلیٰ کو بحال دیکھنا چاہتے تھے۔ لیکن جاٹوں، سکھوں، مرہٹوں اور نوابان اودھ اور روہیلوں کی بغاوتوں نے اس کی مرکزیت کو تباہ کر دیا تھا۔ لہٰذا اس لامرکزیت کے سیلاب کو روکنے کے لئے شاہ صاحب نے ایک نیا دستورِ حیات پیش کیا اور اس کے ساتھ ساتھ تربیتی مراکز قائم کرکے ایک نئے ہندوستان کا تصور پیش کیا۔ اس تصور کی تکمیل ان کے خلفاء اور بالخصوص ان کے جانشین اکبر شاہ عبدالعزیزؒ نے انجام دی۔

شاہ ولی اللہ نے بارہ برس کے مطالعے کے بعد اپنے اصلاحی پروگرام کے دو اصول متعین کئے۔ ایک تو قرآن حکیم کی حکمتِ عملی انسانوں کی عملی زندگی قرآنی تصورات و احکامات کی آئینہ دار ہو۔ اس زمانے کے مسلمانوں کی مذہبی زبان عربی تھی۔ اور عام پڑھے لکھے لوگوں کی زبان فارسی تھی۔ چنانچہ شاہ صاحب نے سب سے پہلے قرآن کا اس زمانے کی دفتری زبان فارسی میں ترجمہ کیا تاکہ کلامِ الٰہی کو زیادہ سے زیادہ لوگ سمجھیں۔ اس پر جاہ پرست علماء اس قدر برافروختہ ہوئے کہ تلواریں میانوں سے نکل آئیں اور فتح پوری کی جامع مسجد میں ہتھیاروں سے مسلح ہوکر ان پر قاتلانہ حملہ کیا لیکن وہ اس خوفناک حالت میں ایک پتلی لکڑی ہاتھ میں لئے اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے اس خونی مجمع کو چیرتے ہوئے نکل گئے۔

شاہ صاحب نے قرآن پاک کے اس فارسی ترجمے کے حواشی پر وہ تمام چیزیں جمع کر دی ہیں جو ان کی دعوت تجدید میں اساس کا حکم رکھتی تھیں۔ سب سے پہلی بات یہ کہ مکہ معظمہ میں ایک مستقل اسلامی حکومت کا قیام عمل میں آچکا تھا۔ گو اس زمانے میں تشدد اور لڑائی کی اجازت نہیں ملی تھی۔ سورۂ رعد کے آخری حصہ میں

"اولم یروا انا نأتی الارض ننقصها من اطرافها ط واللہ یحکم لا معقب لحکمہ ط وھو سریع الحساب"

کے معنی کی وضاحت فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ اسلام کی عظیم الشان حکومت سرزمین عرب میں روز افزوں ترقی پر تھی۔ اور دارالحرب کا دائرہ آہستہ آہستہ کم ہو رہا تھا۔ دارالحرب کے دائرہ اثر کے کم ہونے سے مراد عرب کے مختلف قبائل مثلاً اسلم غفار، جہنیہ، مزینہ اور بعض یمنی قبائل کا حلقہ بگوش اسلام ہونا ہے۔ یہ واقعہ ہجرت سے قبل کا ہے۔

الغرض شاہ صاحب کے نزدیک مکہ مکرمہ میں اسلامی حکومت کا قیام عمل میں آچکا تھا۔ یہ حکومت امن و سلامتی کے اصولوں پر عامل تھی۔ شاہ صاحب نے بھی اسی نظام مکی کی تقلید کرتے ہوئے اپنی انقلابی تحریک کو جاری رکھا۔ انہوں نے تصوف کے خاص طریقہ کی بیعت کو اپنے سیاسی نظام کی اساس بنایا۔ لہٰذا اپنی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے امن و سلامتی کی راہ اختیار کی اور ان ہی اصولوں پر اپنی جماعت تیار کی۔ شاہ صاحب طوائف الملوکی کے اس دور میں اگر چاہتے تو ہمدردیٔ نوعِ انسانی کی خاطر دیگر جنگجو سرداروں کی تلوار ہاتھ میں لے کر فوجی بھرتی کرکے کسی علاقے پر قابض ہو جاتے، لیکن وہ تشدد کے قائل نہ تھے اس لئے کہ اس سے جماعت کا نصب العین "ہمہ گیر انقلاب"، پایۂ تکمیل کو پہنچتا، بلکہ وہ ایسی فوجی قوت سے جس کی ترتیب جہاد کے اصول پر ہوئی ہو۔ انقلاب کے

حامی تھے اس لئے انہوں نے اپنی زندگی میں ہی اصلاحی نظریات کے مطابق تربیتی مراکز قائم کئے تاکہ اس میں ایسے سرفروش مجاہد تربیت حاصل کریں جو اپنی ذات اور ذاتی مفادات کو ختم کرکے اعلیٰ مقاصد کی تکمیل کو اپنی زندگی کا مقصد بنائیں اور آپ اپنے اس مقصدِ عظیم میں کامیاب رہے۔ ان کے بعد ان کے جانشینِ اعظم شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے حکومت چلانے کے لئے آدمی تیار کئے۔

قرآن پاک کی حکمتِ عملی کے بعد شاہ صاحب کے اصلاحی پروگرام کا دوسرا اصول اقتصادیات میں توازن اور مساوات کی اہمیت واضح کرنا تھا۔ اس سلسلے میں انہوں نے اقتصادیات و معاشیات کے مسائل پر اپنی شاہکار کتب حجۃ اللہ البالغہ اور بدور بازغہ میں "ارتفاقات" کے عنوان سے جو اصول پیش کئے ہیں اگر کوئی مسلم حکومت انہیں اپنا دستور اساسی بنالے تو اس کی مملکت یقیناً اقتصادی بے چینی اور طبقاتی کش مکش سے بڑی حد تک محفوظ رہ سکتی ہے۔ ان ہی ابواب ارتفاقات میں مالیات حکومت نظام عدل، فوج، پولیس حتیٰ کہ بلدیات وغیرہ کی تنظیم کا نقشہ بھی پیش کردیا ہے۔ مثلاً حجۃ اللہ البالغہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"اگر کسی قوم میں تمدن کی مسلسل ترقی جاری رہے تو اس کی صنعت و حرفت انتہائی کمال پر پہنچ جاتی ہے اس کے بعد اگر حکمران جماعت آرام و آسائش اور زینت و تفاخر کی زندگی کو شعار بنالے تو اس کا بوجھ قوم کے کاریگر طبقات پر پڑ جاتا ہے۔ انسانیت کے اجتماعی اخلاق اس وقت برباد ہوجاتے ہیں جب کسی جبر سے ان کو اقتصادی تنگی پر مجبور کیا جائے۔ اس وقت وہ گدھوں اور بیلوں کی طرح کام کریں گے۔ انسانیت پر ایسی مصیبت نازل ہو تو خداوند تعالیٰ انسانیت کو اس سے نجات دلانے کے لئے کوئی راستہ ضرور سجھاتا ہے۔ یعنی ضروری ہے کہ قدرتِ الٰہیہ انقلاب کے سامان پیدا کرکے قوم کے سر سے ناجائز بوجھ اتار دے۔ چنانچہ قیصر و کسریٰ کی حکومت نے یہی ذخیرہ (آرام و آسائش رفاہیت بالغہ) اختیار کر رکھا تھا۔ اس مرض کے ازالے کے لئے امیین (عربوں) میں رسول کو پیدا کیا گیا۔ فرعون کی ہلاکت اور قیصر و کسریٰ کی تباہی اس اصول پر لوازم نبوت سے شمار ہوتی ہے[۵]

شاہ صاحب کے اس قول سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ انسانوں کی اجتماعی زندگی کے لئے اقتصادی نظام کی اشد ضرورت ہے۔ اقتصادی نظام کے درست اور متوازن ہونے کے نتیجے میں انسانی اجتماع کے اخلاق اعلیٰ بنیادوں پر تعمیر ہوں گے۔ اخلاق کی یہ تعمیر و تکمیل موت کے بعد اسے جنت کا مستحق قرار دے گی۔ اور انسانی اجتماع کو اس ارتقائی منزل پر چلانا انبیاءؑ اور ان کے متبعین یعنی صدیق اور حکیم کا کام ہے جن کے ذریعے انسانیت کے مجموعی مسائل حل ہوجاتے ہیں۔ شاہ صاحب کے نزدیک اقتصادی توازن کے یہی معنی ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے نظریے کے مطابق اقتصادی عدم توازن نے مذہب کے سربفلک قلعوں کو مسمار کیا۔ لہٰذا سوسائٹی کی اقتصادی اصلاح

---

[۵] شاہ ولی اللہ: حجۃ اللہ البالغہ ج ۱، باب اقامۃ الارتفاقات واصلاح رسوم مطبع المعرفۃ البینۃ ۱۲۸۴ھ ص ۱۰۴، ۱۰۵

مذہبی و اخلاقی عظمت اور روحانی کمالات کا سب سے پہلا زینہ ہے۔ روحانیت اور فلسفہ اخلاق کے بہترین ماہر شاہ ولی اللہ سوسائٹی کی اقتصادی اصلاح کو انبیاء علیہم السلام کا اہم جزو قرار دیتے ہیں۔

شاہ صاحب اپنے اس لائحہ عمل کو ایک مدلّل شکل میں اپنی قوم کے ارباب فکر کے سامنے پیش کرنا چاہتے تھے اور اس منصب کے لئے حدیث، وفقہ میں مجتہدانہ کمال کے حصول کی خاطر حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ دو سال کے قلیل عرصے میں قیام کے دوران میں اعلیٰ علمی کتابوں اور جلیل القدر اساتذہ سے استفادہ کیا۔ شاہ صاحب نے جمعے کی رات ۲۱ ذیقعدہ ۱۱۴۴ھ/۱۷۳۱ء میں مکہ معظمہ میں یہ الہامی خواب دیکھا کہ ”ملک الکفار مسلمانوں کے شہروں پر قابض ہو گیا ہے“

اس خواب کا مشاہدہ ان کو بعد میں یوں کروایا گیا کہ لال قلعے پر مرہٹوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ پھر انہوں نے خواب میں یہ بھی دیکھا تھا کہ ”میں قائم الزماں ہوں“ یعنی اللہ تعالیٰ کے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کیلئے ایک ذریعہ بنا دیا گیا ہوں۔

تیس سال بعد ۱۱۷۴ھ میں معرکہ پانی پت میں اس خواب کی تعبیر عمل میں آئی۔ شاہ ولی اللہ کے خاص عقیدتمند نواب نجیب الدولہ اور ان کے رفقائے کار نے ان کے مشورے سے احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان آنے کی دعوت دی تھی۔ چنانچہ پانی پت میں احمد شاہ ابدالی کی کامیابی نے دہلی کے سیاسی اُفق کو مرہٹوں کے بڑھتے ہوئے خطرات سے محفوظ کر دیا۔

شاہ ولی اللہ نے قرآن پاک اور احادیث شریفہ پر مبنی اخلاقی اور روحانی اصول کے تابع انقلابی تحریک کا آغاز کیا۔ اس سلسلے میں حکیم الہند نے اپنا ایک نصب العین متعین کیا اور اپنے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک مرکزی جمعیت بنائی۔ اس جمعیت کے نمایاں ارکان میں مولانا عاشق پھلتی، مولانا نور اللہ بڈھانوی، مولانا محمد امین کشمیری، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اور مولانا مخدوم لکھنویؒ تھے۔ اس جماعت کی علمی و عملی تربیت کے مراکز مختلف مقامات پر قائم تھے۔ سب سے پہلا اور بڑا مرکز دہلی تھا۔ جو براہ راست شاہ صاحب کی نظروں کے سامنے تھا۔ دوسرا رائے بریلی کا مشہور اور تاریخی مرکز ”دائرہ شاہ علم اللہ“ کے نام سے موسوم تھا۔ یہ علمی و عملی مرکز اس علاقے میں تقریباً نصف صدی پہلے سے تعلیم و تربیت کا سرچشمہ بنا ہوا تھا۔ سلطان ٹیپو کی روحانی وابستگی بھی اسی مرکز سے تھی۔ اس مرکز میں کام کرنے والے نسبی لحاظ سے تو شاہ علم اللہ سے وابستہ تھے لیکن علمی و عملی لحاظ سے شاہ ولی اللہ کے تربیت یافتہ اور ان سے مستفید تھے۔ اس تربیت گاہ کے علماء و فضلا میں سے شاہ محمد واضح، شاہ ابو سعید، سید محمد معین اور حضرت سید محمد نعمان تھے جنہوں نے شاہ ولی اللہ سے استفادہ کیا تھا۔ ان دو مراکز کے علاوہ تیسرا مرکز نجیب آباد تھا۔ چوتھا مدرسہ ملا محمد معین ٹھٹھہ سندھ اور پانچواں اودھ کے دارالحکومت لکھنؤ میں تھا۔ جس میں شاہ ولی اللہ کے شاگرد مولانا مخدوم لکھنویؒ تقریباً نصف صدی تک مسلمانانِ ہند کو مستفیض کرتے رہے۔

شاہ صاحب نے ملوکیت اور اجارہ داری کے بدنما داغ کو دامنِ اسلام سے دھونے کے لئے انقلاب کا چراغ

روشن کیا۔ اگرچہ اس مقصد کے لئے مجاہدین اسلام کو تربیت دینے کے لئے مختلف مقامات پر تربیتی حلقے قائم کئے لیکن شاہ صاحب کا انقلابی فکر اعلیٰ درجے کی انشا پردازی اور سحر آفرین قوتِ تحریر کے باوجود نشر و اشاعت سے خالی تھا۔ انشا پردازی کی یہ طاقت صرف ان کی کتابوں تک محدود ہو کر رہ گئی جس کی نشر و اشاعت تقریباً ڈیڑھ سو سال بعد ہو سکی۔ اور ان کے دور میں نشر و اشاعت کا ذریعہ تقریریں اور تعلیم و تربیت کے مندرجہ بالا حلقے تھے۔ طوائف الملوکی اور دن رات کے قیامت خیز ہنگاموں کے باعث شاہ صاحب کو اپنے انقلابی منشور کو یکجا مدون و مرتب کرنے کا موقع نہ ملا۔ ان تمام حالات کے باوجود شاہ صاحب کی یہ جماعت طاقت ور صورت میں ظاہر ہوئی۔ اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں اس تحریک کے تین امام۔ امام شاہ ولی اللہ، امام شاہ عبدالعزیز، امام محمد اسحاق اور ایک امیر سید احمد شہید مقرر ہوئے۔ اس کے بعد شاہ ولی اللہ کی وفات (۱۷۶۲ء) سے شاہ عبدالعزیز کی امامت کا آغاز ہو جاتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز کے عہد میں تربیت و تحریک جہاد

شاہ ولی اللہ کی وفات (۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) کے بعد ان کے بڑے فرزند شاہ عبدالعزیز کو باپ کا جانشین تسلیم کیا گیا۔ شاہ ولی اللہ کے عہد میں ہندوستان کی سسکتی ہوئی مغلیہ سلطنت آخری سانس لے رہی تھی لیکن شاہ عبدالعزیز کے عہد میں بالکل دم توڑ گئی۔ شاہ ولی اللہ کے عہد میں انگریز بنگال اور مدراس پر قابض ہو چکے تھے۔ بادشاہ نے ایک معاہدے کے تحت تمام قلمرو کی نظامت الیسٹ انڈیا کمپنی کے سپرد کر دی اور عملاً یہ قرار پایا کہ خلق خدا کی، ملک بادشاہ سلامت کا اور حکم انگریز بہادر کا۔

شاہ عالم ثانی کے بعد اکبر ثانی کے عہد میں ایک طرف تو دہلی اور کلکتے تک کے علاقوں میں انگریزوں کا تسلط ہو گیا اور دوسری طرف دکن میں مرہٹے اور پنجاب میں سکھ زوروں پر تھے۔ اس سیاسی انتشار کے ساتھ مذہبی اور اخلاقی لحاظ سے ہندوستان کفرستان بن چکا تھا۔ رسوم شرک و بدعت بعض علماء کے گھروں میں بھی کھلم کھلا ادا کی جاتی تھی۔ بیواؤں کا نکاح ثانی حرام اور خلاف شرع سمجھا جاتا تھا۔ فعل غنا و مزامیر و اختلاط امارد، عبادات اور تزکیہ نفس میں شمار کئے جاتے تھے۔ قرآن پاک زیادہ تر مریضوں کی جھاڑ پھونک کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ مسلمانوں میں ہمدردی، اخوت اسلامی، میل جول پیار و محبت مفقود ہو گیا تھا۔ بعض علاقوں میں بلند آواز سے آذان کہنا اور گاؤکشی پر قدغن لگا دی گئی تھی۔ ایسا بھی تھا کہ گائے کے ذبح کرنے والے کو پھانسی کی سزا ہوتی تھی۔ اگر یہی حالات تھوڑے عرصے تک برقرار رہتے تو اس ملک میں اسلام کا نام لینے والا کوئی باقی نہ رہتا۔ شاہ عبدالعزیز نے مندرجہ بالا برائیوں سے معاشرے کو پاک کرنے کے لئے پبلک جلسوں اور عام اجتماعات میں تقریروں کے ساتھ ساتھ قوم کی علمی، اخلاقی، روحانی اور جسمانی تربیت کی۔ اور اپنے والد بزرگوار کے مقصد اعلیٰ کی تعمیر کے لئے اپنے کام کو نہایت حکمت عملی اور خوش تدبیری سے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

شاہ ولی اللہ نے مسلمانانِ ہند کے لئے ہندوستان کے تصور کے لئے جس فکری انقلاب کا آغاز کیا، شاہ عبدالعزیز نے اس تصور کو عام مسلمانوں کے لئے عام فہم بنایا یا حکیم الامت شاہ ولی اللہ نے اپنے علوم و افکار کا تعارف اگر دہلی کے اعلیٰ طبقے سے کروایا تھا تو شاہ عبدالعزیز نے قوم کے متوسط طبقے کو بیدار کر کے انہیں شاہ ولی اللہ کی زبان اور ان کے طور طریقوں پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی۔ شاہ صاحب خود دہلی میں شاہ ولی اللہ کے تربیتی مرکز کے تربیت یافتہ تھے۔ پھر اسی مدرسے سے شاہ محمد اسحاق اور حضرت سید احمد شہید کے علاوہ بیشمار لوگ تربیت پا کر اطراف میں پھیل گئے۔ شاہ ولی اللہ کے زمانے میں اودھ کے مدرسہ لکھنؤ کی سرپرستی کے فرائض مولانا مخدوم لکھنوی سرانجام دیتے رہے لیکن شاہ عبدالعزیز کے زمانے میں آپ کے شاگرد رشید مرزا حسن علی صغیر محدث اور مولانا حسین احمد ملیح آبادی جیسے علماء وفضلا نے شاہ عبدالعزیز کے حلقۂ درس سے فیض یاب ہو کر لکھنؤ میں عرصے تک دین اسلام کی اس شمع کو جلائے رکھا۔ شاہ عبدالعزیز کی تعلیم و تربیت اور نشرو اشاعت کے باعث ہندوستان کے تمام حلقوں کا تعلق براہِ راست آپ کے علمی مرکز سے قائم ہو گیا تھا۔ اور اہل علم کے علاوہ مسلمانانِ ہند کی وسیع تعداد اس سے متاثر تھی۔

علمی تربیت گاہوں کے علاوہ شاہ صاحب نے خود غرضی، نفس پرستی اور اقتدار پسندی سے پاک کرنے کے لئے اور صبر اور ضبط، جفاکشی اور محبت وشفقت کے جذبات پیدا کرنے کے لئے مسلمانانِ ہند کو ایک جھنڈے تلے جمع کیا۔ تاکہ وہ مرہٹوں، سکھوں اور انگریزوں کا مقابلہ کر سکیں۔ اس سلسلے میں شاہ صاحب جانتے تھے کہ افغانوں میں جنگی طاقت، حربی قوت اور مردانگی وشجاعت کے جوہر موجود ہیں۔ اس لئے آپ نے اسلامی حکومت کے لئے مضبوط فوج فراہم کرنے کی خاطر مسلمانوں میں سے لائق فائق اور قابل واہل لوگوں کی مدد سے کابل قندھار کے نواح میں امارت قائم کرنے کا ارادہ کیا۔ اس تحریک کے سلسلے میں شاہ صاحب نے پہلے اسلامی عقائد و اخلاق سے متعلق غلط فہمیوں کی اصلاح کی اس طرح ایک طرف تو لوگ غلط افراد کو چھوڑ کر آپ کے گرد جمع ہو جاتے۔ اور دوسری طرف مخالف گروہ کے لوگ آپ کی تحریک کی ترقی میں حائل نہ ہوتے۔ اس پروگرام کے ساتھ ساتھ شاہ صاحبؒ نے ایک انقلابی دعوت عام کا ایک مرکز قائم کیا۔ جس کے ارکان شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ سید احمد شہیدؒ اور مولانا عبدالحیؒ تھے:

شاہ محمد اسحاقؒ کو اس نئی جماعت کا امیر اور سید احمد کو امیر دعوات اور امیر الجہاد مقرر کیا۔ اس مقصد کے لئے دہلی کی فضا سازگار نظر نہیں آتی تھی۔ اس لئے اس جماعت نے افغانی علاقے میں جانے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ افغانوں میں سید کی امارت کو بہت جلد مانا جاتا ہے۔ اس دوران میں سید احمد شہیدؒ امیر جماعت، مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ اور مولانا عبدالحیؒ ان کے وزیر مقرر ہوئے۔ جنہوں نے مالی اغراض سے بالاتر ہو کر مخلوقِ خدا کی خدمت اور ان کے لئے ہر قسم کی قربانی کو ضروری قرار دیا۔ ان تربیت گاہوں اور انقلابی تحریک کے علاوہ شاہ صاحب

اپنے مقررہ پروگرام کے مطابق ہفتے میں دو دفعہ عام اجتماع سے خطاب کرتے تھے۔ تاکہ آپ کی اس تربیتِ فکری کے ذریعے عوام میں مستقل بیداری پیدا ہو۔ شاہ صاحب نے دعوت وعمل کے باوجود بھی جب حالات کا رخ بدلتے نہ دیکھا تو ہندوستان کے وہ علاقے جو غیر مسلم طاقت کے قبضے میں تھے، انہیں دارالحرب قرار دے دیا اس میں وہ تمام علاقے بھی شامل تھے جن پر دہلی کے بادشاہ کا برائے نام عمل ودخل تھا۔ شاہ صاحب کے نزدیک سلطانِ دہلی کی برائے نام حکومت ملک کو دارالسلام نہیں بنا سکتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اپنے مذہبی فریضے کو انجام دینے کی خاطر دشمن سے مقابلہ کرکے اپنی نئی اسلامی حکومت بنائیں اور ایسی حالت میں دشمنوں کے غلبے کو ختم کرنے کے لئے مسلمان قوم کے ہر فرد پر واجب ہے کہ وہ پوری طاقت اور قوت سے غیر اسلامی رجحانات کا مقابلہ کریں۔

انیسویں صدی کے آغاز میں ہندوستان میں انگریز ریذیڈنٹ آچکا تھا۔ ہندوستانی حکمرانوں اور انگریزوں کی قوت آزمائی کے اس آخری نازک ترین دور میں شاہ صاحب کے جانشین اعظم نے اپنے فتوے کو عملی شکل دینے کے لئے حضرت سید احمدؒ کے ساتھ اپنے خاص مریدوں کو جسونت راؤ ہلکر کے دوست نواب امیر علی خان کی فوج میں بھرتی کروایا۔

وعظ وخطابت سے مسلمانوں کو بیدار کرنے کے ساتھ ساتھ شاہ صاحب نے امام ولی اللہ کے علوم وحکمت کو تمام علماء تک پہنچانے کے لئے تصانیف کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ نے شاہ صاحب کی تفسیرِ قرآن "فتح الرحمن" کے رموز ونکات کی وضاحت کے لئے تفسیر "فتح العزیز" لکھی۔ مثلاً شاہ ولی اللہ کی تفسیرِ قرآن میں حروفِ مقطعات کا سمجھنا بہت مشکل تھا، "فتح العزیز" میں آپ نے ان غوامض کو سہل بنایا۔

شاہ ولی اللہ قرآن وحدیث کی تعلیمات کی طرف توجہ دلانے کے لئے اس کے معارف اور اصولوں سے راہنمائی حاصل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں شاہ عبدالعزیزؒ نے شاہ ولی اللہ کی کتاب "المصفیٰ" اور "المسوّیٰ" کی طرف اپنے زمانے کے علماء کو راغب کیا۔

شاہ ولی اللہ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں قیصر وکسریٰ کی مذمت کرتے ہوئے معیشت اور معاشرت میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے اخلاق واوصاف کو اپنانے کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز نے اپنے والد بزرگوار کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے اس عہد کی سرمایہ داری اور ملوکیت کو بے نقاب کیا جس کا اہل ہند کے لئے سمجھنا مشکل نہ رہا۔ لہذا سوسائٹی کی وضع کردہ رسموں کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے شاہ صاحب کے تربیت یافتہ نوجوانوں کے ایک گروہ نے اس کام کو بخوبی خوش اسلوبی سے سرانجام دینے کا عہد کیا۔ اس مرکزی جمعیت کے سرکردہ بزرگ آپ کے تینوں بھائیوں کے علاوہ

مولانا محمد اسمٰعیل شہید۔ مولانا شاہ محمد اسحٰقؒ۔ مولانا عبدالحئیؒ اور مولانا محمد یعقوب دہلویؒ تھے۔ جس میں بعد ازاں حزب سید احمد شہیدؒ کو بھی ضم کر دیا گیا۔

شاہ عبدالعزیزؒ کی علمی و عملی تربیت اور وعظ و خطابت کے باعث شاہ ولی اللہ کا فکری انقلاب خصوصاً پورے مسلمانوں کا جذبہ بن چکا تھا اور ہزاروں تربیت یافتہ نوجوان اس کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر چکے تھے۔ آپ کی تعلیم کا اثر ہندوستان سے نکل کر حجاز کے ذریعے استنبول تک پہنچا۔ استنبول کے علماء کی طرف سے آپ کو آستانہ تشریف لانے کی دعوت دی گئی۔ اور کہا گیا کہ وہاں کی تمام علمی جماعتیں آپ کی سیادت میں کام کریں گی لیکن چونکہ شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنے والد بزرگوار کے انقلاب کے تصور کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا عزم کر رکھا تھا اس لئے ہندوستان سے باہر جانا پسند نہ کیا۔

الغرض شاہ عبدالعزیزؒ اور ان کی جمعیت کے ارکان کی تعلیمی، تبلیغی، فکری اور عملی جدوجہد سے جب عام لوگ شاہ ولی اللہ کے فکری تصورات سے آگاہ ہو گئے تو شاہ عبدالعزیزؒ کو انقلابی تحریک کے دوسرے حصے کی تکمیل کے لئے ایک موزوں نوجوان کی ضرورت پیش آئی۔ یہ نوجوان سید احمد شہیدؒ تھے۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے ان میں کشفی کمالات اور سپاہ گری کی صفات دیکھ کر انہیں مرکزی جمعیت کا امیر الجہاد مقرر کر دیا مایوسی کے اس تاریک دور میں بوڑھے امیر شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنے بڑھاپے اور بیماریوں کے باوجود اپنے عہد کے آخری حصے میں ہندوستان کی اسلامی ریاست میں سخت ابتری دیکھ کر اپنی جماعت کے عسکری و تنظیمی دو الگ الگ شعبے بنا دئے۔ عسکری امور کے لئے سید احمد شہیدؒ امیر اور مولانا عبدالحئیؒ اور مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ مشیر مقرر کئے۔۔۔ چنانچہ تمام جماعت کے لیے یہ حکم تھا کہ ہر معاملے میں تینوں اصحاب کے فیصلے کو امام عبدالعزیزؒ کا فیصلہ سمجھا جائے۔ تنظیمی امور کے لئے آپ نے مولانا محمد اسحٰقؒ کو ہر معاملے میں اپنے ساتھ شریک رکھا۔ یہاں تک کہ آپ کو مدرسۂ عزیزیہ میں اپنا قائم مقام مقرر کر دیا اور ان کے حکم کو اپنا ہی حکم قرار دیا ان تمام تمہیدی مراحل کے بعد سید احمد شہید ۱۲۳۶ھ میں پہلی بار یہ بورڈ کے ارکان کے ساتھ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ ۱۲۴۰ھ میں یہ بورڈ شاہ عبدالعزیزؒ کے حکم پر جہاد کی بیعت کی غرض سے دورے پر روانہ ہوا۔ پھر انہیں اپنی تنظیم کو مضبوط بنانے کے لئے پورے قافلے سمیت حج پر جانے کا حکم ملا۔ امیر الجہاد کی یہ دعوت و تبلیغ حزب ولی اللہؒ کی سیاسی پارٹی کی تشکیل و تنظیم کی ابتدا تھی۔

۱۲۳۹ھ میں اس قافلے کی واپسی پر شاہ عبدالعزیزؒ فوت ہو چکے تھے۔ اور اس عسکری جماعت نے جہاد کا اعلان کر دیا تھا۔ چنانچہ یہ جماعت سید احمد شہیدؒ کی قیادت میں کفار سے نبرد آزما ہوئی۔ اور وہ کام کیا جس کی اس ملک میں اس وقت شدید ضرورت تھی ۔

محفوظ قابلِ اعتماد مستعد بندرگاہ

بندرگاہ کراچی

جہازرانوں کی جنّت

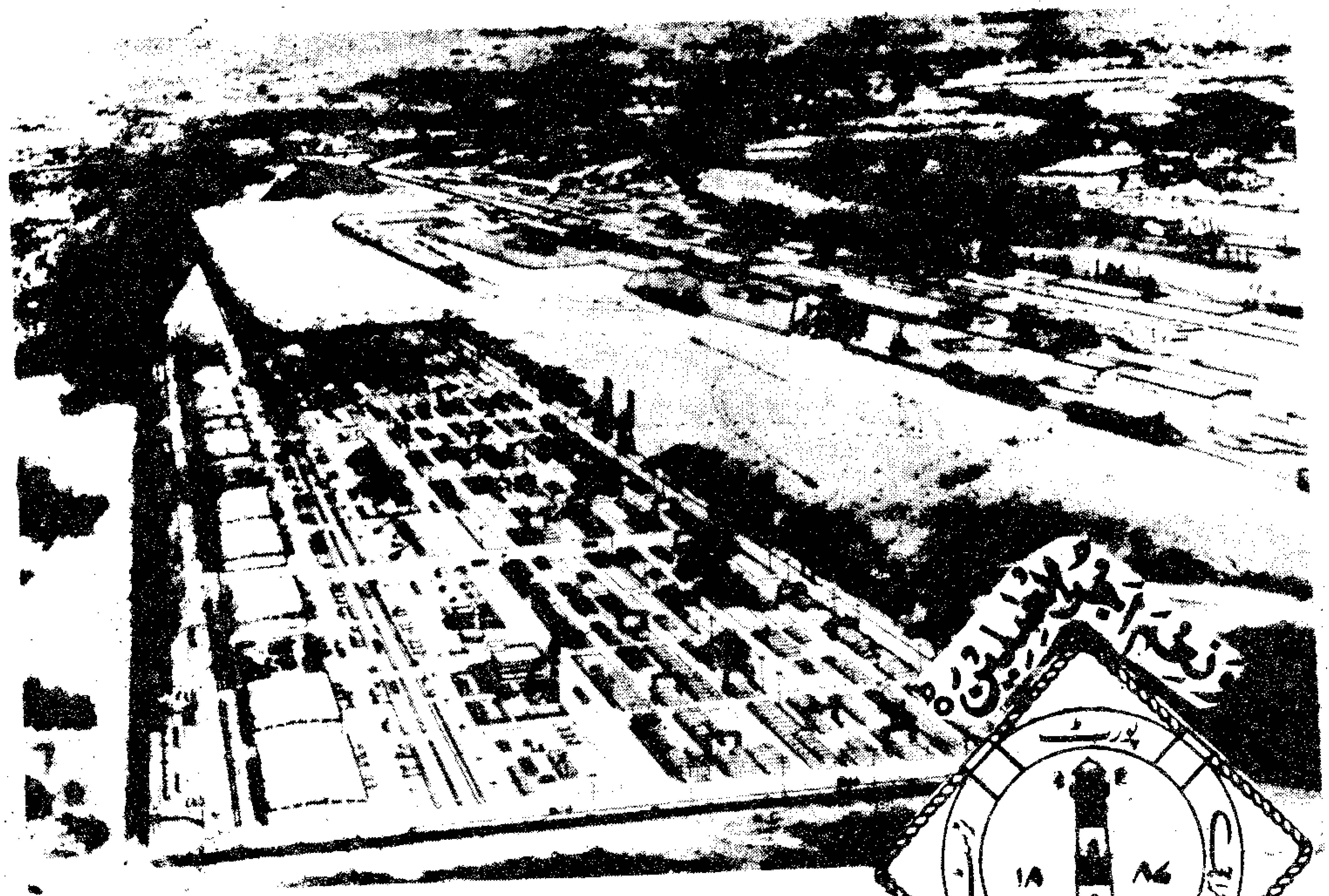

بندرگاہ کی خدمات نئے جدید انداز کے ساتھ
عالمی تجارت کے لئے پُرکشش
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لئے کوشاں

ہماری کامیابیوں کی بنیاد

- انجینئرنگ میں کمالِ فن
- جدید ٹیکنالوجی
- مستعد خدمات
- باکفایت اخراجات
- مسلسل محنت

۲۱ ویں صدی کی جانب رواں

بمع

جدید مربوط کنٹینر ٹرمینلز
نئے میرین پروڈکٹس ٹرمینل
بندرگاہ کراچی ترقی کی جانب رواں

Safety MILK
THE MILK THAT
ADDS TASTE TO
WHATEVER
WHEREVER
WHENEVER
YOU TAKE
YOUR SAFETY
IS OUR Safety MILK